در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ یادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیرِ اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظمِ اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۳۴ — جلد نمبر ۱۲

۱۵ تا ۳۱ مئی سنہ ۱۹۹۸ء بمطابق محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

مدیرِ اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے [illegible] پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
(۱)	شذرہ	اقبال ریاض	۲
(۲)	نعت	محمد سفیان صفی	۳
(۳)	التفسیرُ القرآن الحسینیہ	مُدیرِ اعلیٰ	۴
(۴)	انوارِ علی کرم اللہ وجہہ	مُدیرِ اعلیٰ	۵
(۵)	مطالعۂ کائنات اور اقبال	صُوفی مُشتاق احمد	۷
(۶)	غزل	مُرتضیٰ سیّد	۱۸
(۷)	حُبِ اہلبیت	خورشیدُ القادری	۱۹
(۸)	نظریۂ خودی	پروفیسر زاہد حسن	۲۲
(۹)	اِستفتاء (نکاح رسول علیہ السّلام)	مُفتی خلیل الرّحمان	۲۶

ابتلاء اور آزمائش کا دور، مؤثر جواب ضروری تھا

اقبال ریاض

سترہ (۱۷) دنوں کی سوچ بچار، صلاح مشورے اور پُرزور عوامی مُطالبے کے بعد بالآخر پاکستان نے بھارت کے پانچ ایٹمی دھماکوں کا بیک وقت اور مؤثر طور پر جواب دے دیا ہے۔ حکومت کے اس اقدام پر جو اس نے بھارت کی دھونس، آزاد کشمیر پر حملے کی دھمکیوں اور توہین آمیز طرزِ عمل سے مجبور ہو کر کیا، پوری قوم کی طرف سے اس فیصلہ پر زبردست خیر مقدم، جوش و جذبے اور خوشی کا اظہار کیا گیا۔

وزیرِاعظم محمد نواز شریف نے اپنی تقریر میں ان تمام وجوہ کا ذکر کیا ہے جن کی بناء پر بھارت کے ایٹمی دھماکوں کا جواب دینا پاکستان کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندو شروع سے ہی قیامِ پاکستان کے خلاف تھے اور ان کے لیڈروں نے آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ جس کے پیشِ نظر اس کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کا کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کیا جا رہا۔ بھارتی ایٹمی دھماکوں کا جواب دینے کے بعد جہاں بقولِ وزیرِاعظم "بھارت کا حساب بے باک کر دیا گیا" وہاں دنیا پر یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ ایسی زندگی جس سے آزادی متاثر ہوتی ہو اور پرواز میں رکاوٹ پیدا ہو، کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے قوم سے قربانی دینے اور خود ایثار کا مظاہرہ کرنے کے لئے عملی اقدامات کا بھی ذکر کیا۔

اس میں شک نہیں کہ قوم کو اس سلسلے میں کئی ایک مُشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن یہ بھی یاد رکھنا ہو گا کہ قومیں ابتلاء اور آزمائش کی کٹھالی سے ہی کُندن بن کر نکلتی ہیں۔ قُدرت نے پاکستانی قوم کو ایک آزاد، باوقار اور خُوددار قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کا موقع فراہم کیا ہے، لہٰذا ہمیں عملی طور پر یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ آزادی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ آزادی حاصل کرنے کے لئے قُربانی دینا پڑتی ہے لیکن اسے قائم رکھنے اور اس کا تحفّظ کرنے کے لئے اور زیادہ قربانی پیش کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس آزمائش میں ثابت قدم رکھے۔ آمین

نعت شریف

محمد سُفیان صفی

مُنکشف کیوں نہ ہوں اسرار تیرے کُوچے کے
چشمِ دل کرتی ہے دیدار تیرے کُوچے کے

خاک اکسیر ہے بے شک تیرے در کی لیکن
کب شفا پائیں گے بیمار تیرے کُوچے کے

میری آنکھوں میں تجلّی ہے ترے جلوے کی
میرے سینے میں ہیں انوار تیرے کُوچے کے

میں چلا جاؤں گا چودہ سو برس پیچھے کو
جب نظر آئیں گے آثار تیرے کُوچے کے

بادۂ عشق کا میخانہ ہے روضہ تیرا
مست پھر کیوں نہ ہوں میخوار تیرے کُوچے کے

تَفۡسِیرُ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَسَنِیّۃ

مدیر اعلیٰ

وَمَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ وَلَقَدِ اصۡطَفَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا وَاِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (۱۳۰) اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (۱۳۱)

ترجمہ: اور کون دین ابراہیم سے منہ موڑتا ہے مگر (ہاں) وہی جو کہ بذاتِ خود بے وقوف بنا اور البتہ تحقیق ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں چُن لیا ہے۔ اور یقیناً وہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ضرور آخرت میں نیکو کاروں میں سے ہے (۱۳۰) یاد کرو اس وقت کو جبکہ اس (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو اس کے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ جھک جا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گذارش کی کہ تمام جہانوں کے رب تعالیٰ کے حضور میں، مَیں سر نہاد ہُوں (۱۳۱)

حل لغت: یَرۡغَبُ عَنۡ: مُنہ موڑتا ہے۔ واحد مُذکر ہے، اس کا مصدر رغبت ہے، اہلِ علم فرماتے ہیں کہ جب رغبت کا صلہ عَنۡ آئے تو اس کے معنی مُنہ پھیرنا، مُنہ موڑنا اور انکار کرنا ہوتے ہیں اور جب رغبت کا صلہ اِلٰی آئے تو اس کے معنی میل کرنا، اس کی طرف جُھکنا اور رغبت کرنا ہیں۔ یہاں پر چونکہ صلہ عَنۡ ہے تو اس کے معنی جھنجھوڑنا ہے۔ سَفِهَ: واحد مُذکر غائب کا صیغہ ہے۔ فعلِ ماضی معروف ہے، سفیہ اس کا مصدر ہے۔ اس کے معنی احمق بننا، بے وقوف بننا، جس کے معنی وہ بے وقوف بنا، وہ احمق بنا۔ اصۡطَفَیۡنَا: ہم نے چُن لیا، ہم نے مُنتخب کر لیا، جمع مُتکلم کا صیغہ ہے، فعلِ ماضی معروف ہے۔

تفسیر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعاؤں، آرزوں اور تمناؤں کو قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو، آپ کے دین کو اطاعت اور اتباع کے لئے پسند فرمایا۔ لہٰذا جو نظامِ حیات حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بنی نوع انسان کو عطا فرمایا وہ علم، حکمت، تزکیۂ نفس کے رہبر اصولوں پر مبنی تھا جس سے کوئی دانشور انکار نہیں کر سکتا۔ جو جاہل بنا بے علم رہا، اخلاق حمیدہ سے عاری رہا وہ خود بے وقوفی کا نمونہ بنا اور اس نے دینِ ابراہیمی کا انکار کیا۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولادِ امجاد کو امامت و پیشوائی کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ نے دنیا میں ہدایت و معرفت کے منصبِ جلیلہ پر فائز فرمایا

باقی صفحہ ۳۱ پر

انوارِ علیّ کرمَ اللہ وجہہُ الکریم

مُدیر اعلیٰ

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمؕ

ذکر ما خصّ بہٖ علیِّ بن ابی طالِب من الحُسن والحُسین ابنی رَسُولَ اللہ صلیّ اللہُ علیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ و ریحانیہ من الدّنیا و سیّدی شباب اھل الجنّة الا عیسیٰ بن مریم و یحییٰ بن زکریّا علیھما السّلام

ان ابواب میں اس چیز کا ذکر ہے کہ جناب علی المرتضیٰ حسن اور حُسین کے ساتھ مختص کئے گئے ہیں۔ یہ دونوں بیٹے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اور دونوں پھول ہیں دنیا کے نیز سوائے عیسیٰ بن مریم اور یحیٰی بن زکریا کے تمام نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۸/۱ : انبأنا اَحمدبِن بُکار الحّرانیِ قالَ حدّثنا مُحمّدبن سلمۃعَن ابن اسحاق عن یزید بن عَبدُاللہ بن قسیط عَن مُحمّدبِن اُسامۃَبِن زُید عَن ابیہ قالَ قالَ رسُولُ اللہِ صلیّ اللہُ علیہِ وَ آلِہٖ وَ سلّم اما اَنتَ یا علیِّ فختنِیَ وَ ابُو اولدیّ وَ انتَ منِیّ وَ اَنا منکَ

ترجمہ : اُسامہ بن زید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ! تو میرا داماد ہے اور میرے دونوں بیٹوں کا باپ ہے اور تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْحَسَنِ والحسین ابنای

اس باب میں اس ارشاد کا بیان ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ دونوں میرے بیٹے ہیں

حدیث ۱۳۹/۱: اَخْبَرَنِی الْقَاسِمِ بن زکریا بِنْ دِینار قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بن مخلد قَالَ حَدَّثَنِی مُوسٰی ھو ابن یَعْقُوب الزمعی عَنْ عَبْدُاللہ بن اَبِی بَکْر بن زَیْد بن الْمُھَاجِر قَالَ اَخْبَرَنِی مُسْلِم بن اَبِی سُھَیْل النبال قَالَ اَخْبَرَنِی الحسن بن اسامہ بن زید عن اسامہ بن زید بن حَارِثَۃ طَرَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً لِبَعْضِ الْحَاجَۃِ فَخَرَجَ وَھُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰی شَیْئٍ لَا اَدْرِیْ مَا ھُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِیْ قُلْتُ مَا ھٰذَا الَّذِیْ اَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَیْہِ فَکَشَفَ فَاِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ علی وَرِکَیْہِ فَقَالَ ھٰذَا ابْنَایَ اَبْنَتِی اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا۔

ترجمہ: اُسامہ بن زید سے روایت ہے کہ میں کسی کام کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں رات کے وقت حاضر ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے درآنحالیکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کو لپیٹے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھی پس جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا، میں نے عرض کیا یہ کیا ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لپیٹے ہوئے ہیں؟ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کو ہٹایا۔ پس اچانک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کولہوں پر حسنؑ اور حسینؑ

باقی صفحہ ۳۱ پر

مُطالعۂ کائنات اور اقبال

الحاج صُوفی مشتاق احمد صدیقی
(ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۴ پشاور)

علامہ اقبال عوام کی نگاہوں میں شاعر کے طور پر جانے جاتے ہیں حقیقت میں ایک بالغ نظر عالم، حقیقت پسند صوفی، عظیم مفکر، حسین مناظر کے دلدادہ اور اسرار کائنات کے رمز شناس تھے۔ انہوں نے اپنے افکار و نظریات، احساسات و جذبات کو اشعار کا لطیف لبادہ پہنا کر عوام و خواص کے قلوب و اذہان کو علم و حکمت اور معرفت کی روشنی سے منور کرنے کی بھرپور سعی کی۔ انہوں نے دنیائے اسلام کے خوابیدہ مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لئے حیات آفریں نغمے بھی تخلیق کئے جس سے دلوں کے اندر اک ولولہ تازہ کی حدت اور روح میں بیداری کی تڑپ پیدا کرنے کی پوری کوشش کی۔ ان کے کلام میں دین بھی ہے اور دینداری کے آداب بھی، روحانیت کے اسرار بھی ہیں اور تصوف کے اعلیٰ اقدار کی عکاسی بھی، علم و عرفان کی تعلیمات بھی ہیں اور فلسفیانہ موشگافیاں بھی، حسین و جمیل مناظر کی دلفریب نقاشی بھی ہے اور تسخیر کائنات کا ذوق اور عزم بھی، ذکر و فکر کی جولانی بھی ہے اور جذب و سرور کی وارفتگی بھی۔ ان حقائق پر مبنی جواہر پارے بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، ارمغانِ حجاز، زبورِ عجم، جاویدنامہ، پیامِ مشرق، مثنوی --- اقوام مشرق، اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی اور THE RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM کے صفحے صفحے پر بکھرے پڑے ہیں۔ اس سے پہلے کہ علامہ اقبال کے اشعار لکھے جائیں جن میں مطالعہ کائنات کی دعوت دی گئی ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن پاک کے متعلق ان کے احساسات کا مختصر تعارف کرا دیا جائے۔

آپ THE RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں "نزول قرآن کا اہم مقصد یہ ہے کہ انسان کے ذہن میں شعور و آگہی کا ایسا بلند جذبہ اُجاگر کیا جائے کہ وہ جان جائے کہ ربِ کائنات کے ساتھ اس کے گونا گوں تعلقات کیا ہیں اور کائنات کے اندر اس کی حیثیت کیا ہے اور اسے کیا کچھ کرنا ہے؟ قرآن پاک کے متعلق ان کے انہی احساسات و جذبات کی عکاسی

ان کی نظم اور نثر کی کتابوں میں کی گئی ہے۔ ذوقِ فکر و نظر رکھنے والے قاری جب ان کے کلام کا مطالعہ کریں گے تو قرآن پاک کی حکمت و معرفت کا نور یقیناً ان کے دل و دماغ کو ایمان کی تازگی عطا کرے گا۔ ربُّ العزت انسان کو کائنات میں اس کے منصبِ جلیل کے تقاضوں کی تکمیل کیطرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ ۔۔۔۔۔ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً

(پارہ ۲۱ سورہ لقمان)

"کیا تم نے (اے حضرتِ انسان) اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے تمہارے لئے (مسخر یعنی) تابع فرمان کر دیا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں اور زمین کے اندر ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں"

خالقِ کائنات کا یہ ارشاد گرامی اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان (جو کہ اشرف المخلوقات ہے اور دنیا میں اس کے خلیفہ کے عظیم منصب پر فائز ہے) ربِّ کائنات کے اس ارشادِ گرامی کی تعمیل کے لئے بھرپور سعی کرے گا۔ دراصل یہ ارشاد گرامی بادی النظر میں ایک عمومی صداقت ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں مالک حقیقی کی خواہش، مرضی یا بالفاظ دیگر حکم مضمر ہے ان لوگوں کے لئے جو کاروبارِ زیست میں عزم و حوصلہ سعی و جہد، فہم و بصیرت اور تحقیق و تجسس سے کام لیتے ہیں۔ یقیناً یہی صاحبانِ عزم و ہمت کائنات کی ہر چیز کو مسخر کر سکتے ہیں۔ قدرت خود ان لوگوں کے لئے کامیابی و کامرانی کے دروازے کھول دیتی ہے۔

ارشاد باری تعالٰی ہے

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔۔۔۔۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ

(پارہ ۲۱ سورہ عنکبوت آخری آیت)

" یعنی وہ لوگ جو ہماری خوشنودی اور رضا کے حصول کی خاطر جدوجہد کرتے ہیں ہم کامیابی کے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ پاک ان لوگوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرتے ہیں جو پُر خلوص انداز میں حق و صداقت کے راستے پر گامزن ہوتے ہیں۔

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ علامہ اقبال کائنات کو کس زاویہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں

فطرت کو خرد کے روبرو کر   تسخیر مقامِ رنگ و بُو کر

یعنی فطرت کے حسین و جمیل نظاروں کی رنگینیوں سے خُوب لطف اٹھاؤ مگر مشاہدہ کے ساتھ ساتھ غور و فکر اور تحقیق و تجسس کے معیار پر بھی انہیں پرکھو۔ تاکہ قدرت کے آشکارا اور مخفی تخلیقات کی ماہیت کو سمجھ کر انہیں مسخر کرو یعنی اپنا تابع فرمان بناؤ اور عالمِ انسانیت کی ہمہ جہت بھلائی ترقی اور عظمت کے حصول کے لئے ان سے بھرپُور فائدہ اٹھاؤ۔

حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے رخصت ہو کر دنیا پر تشریف لاتے ہیں تو زمین ہمہ تن محو ہو کر خلیفۃ اللہ کا استقبال کرتی ہے اور ساتھ ہی یہ گذارش بھی کرتی ہے۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضاء دیکھ ۔۔۔ مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ ۔۔۔ ایامِ جدائی کے سِتم دیکھ، جفا دیکھ
ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں ۔۔۔ یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں ۔۔۔ تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں

اے ابوالبشر! دنیا میں آپ کی تشریف آوری کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ گذارش بھی ہے کہ دنیا کا نظارہ چشم بینا کے ساتھ کریں تاکہ کائنات کی تخلیقات کا گہرا مُشاہدہ کر کے اس کی ماہیت اور افادیت کو سمجھ سکیں۔ کیونکہ ربِ کائنات نے زمین و آسمان کے اندر ہر چیز کسی خاص مصلحت کے تحت پیدا کی ہے (پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم) اسی مصلحت کو تلاش کرنا انسان کا مقصدِ وحید ہونا چاہئے۔

مذکورہ بالا شعر نمبر ۱ میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے انسانو کے جد اول! آپ چشمِ بینا سے زمین، آسمان اور فضاؤں کا مُشاہدہ کریں۔ مشرق کی سمت دیکھئے کس طرح سُورج کا سنہری اور آتشیں گولہ دھیرے دھیرے اپنی نُورانی کرنوں سے دنیا کو مُنوّر کر رہا ہے۔ دوسرے شعر میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے اس کی درخشاں کرنیں، کائنات کی ہر چیز کو مُنوّر کر رہی ہیں۔ یہ نُورِ ہدایت کا نُور ہے جو گمراہوں کی رہنمائی صراطِ مستقیم کی طرف کرتا ہے، یہ نُور علم و معرفت اور عشق و محبت کا درس دیتا ہے۔ کائنات میں جتنا حُسن ہے، رنگینی ہے، نغمگی ہے سب اسی کے طُفیل ہے (اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض (پارہ ۱۸ سورہ نور) مندرجہ بالا سطور اسی آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر ہے۔ مندرجہ بالا تشریح کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ آپ اس نُورِ ازل کا ہلکا سا عکس گُل و بُلبل، باغ و راغ اور ستاروں کی چلمن میں

چھپا ہوا دیکھ سکتے ہیں (دوسرا مصرع ایامِ جُدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ) انسان دُنیا میں وارد ہونے سے پہلے جسم کی قید سے آزاد عالمِ ارواح میں تھا۔ وہاں روحانیت، رضا الٰہی اور عبادت کا ماحول تھا۔ زمان و مکان کی قید سے بے نیاز سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کی مُنکسرانہ صدائیں ہر لحظہ بُلند ہوتی تھیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو عالمِ ارواح سے کُوچ کرنے کا حُکم ہوا اور عالمِ اجسام میں انہوں نے قدم رکھا تو جسمانی خواہشات کے فطری تقاضے شروع ہو گئے۔ انسانی مُعاشرے میں محبت و بھائی چارے کی جگہ خُود غرضی لینے لگی۔ اطاعت و عبادات میں تساہل پیدا ہونے لگا، نفسانی خواہشات نے گُناہ و معصیت کے جذبات بھڑکانے شروع کئے۔ زن، زر، زمین کے جھگڑوں نے جنم لینا شروع کیا غرضیکہ کاروبارِ حیات کے ہر شعبے میں حق و انصاف، صداقت و دیانت، صُلح و امن اور پیار و محبت کی بجائے ظلم و ستم، جفا کاری، خود غرضی اور خودستائی کا دور دورہ شروع ہونے لگا۔ کردار کے یہ سب ناپسندیدہ طور طریق اس وقت ظاہر ہونا شروع ہوئے جب انسان عالمِ ارواح سے جُدا ہو کر عالمِ اجسام میں آیا۔ اس جُدائی نے عالمِ انسانیت کو ظلم و ستم کے جو ناقابل برداشت چرکے لگائے ہیں اسے دیکھیں اور سوچیں کہ اس کا مداوا کیسے کیا جائے۔

اسی طرح شعر نمبر ۳ اور ۴ میں بیان کرتے ہیں کل جب آپ جنت میں تھے تو ہر وقت فرشتوں کی تقدسِ آفریں ادائیں دیکھا کرتے تھے۔ آج جب آپ دنیا میں تشریف لے آئے ہیں تو خالقِ کائنات نے بادل گھٹائیں، نیلگُوں افلاک، پرسکوں فضائیں، پہاڑ، صحرا، سمندر، ہوائیں سب کچھ آپ کے لئے پیدا کر کے آپ کے تصرف میں کر دیئے ہیں۔ آپ پر لازم ہے کہ خالقِ اکبر کی رضا کے لئے نہایت جذب و شوق سے کام کریں اور اپنے فہم و فراست، تدبّر و تفکر اور تحقیق و تجسس کے بل بُوتے پر ان اشیاء کو مُسخر کریں کہ یہی خالقِ کائنات کی مرضی ہے تاکہ قدرت نے عالمِ انسانیت کی بھلائی اور استفادہ کے لئے ان کے اندر بے پناہ وسائل کے جو خزینے چھپا کر رکھے ہیں ان سے عملی طور پر فائدہ اٹھا کر انسانوں کے دکھ درد کا مداوا کیا جا سکے۔ انسانی معاشرے میں تعلیم و ترقی کی رفتار تیز تر کرنے کے لئے علم و فن کی نئی جہتیں تلاش کی جائیں تاکہ عالمِ انسانیت کو عظمت و کمال کی معراج تک پہنچایا جا سکے۔

"جاوید نامہ" میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

چیست جاں جذب و سرور و سوز و درد ذوق تسخیر سپہر گرد گرد

یعنی رُوح کیا ہے جذب وہ سرور و سوز و درد کا نام ہے یعنی جسم کی زیست کا رشتہ روح کے ساتھ قائم ہے اور روح ایک وجدانی کیفیت کا نام ہے کہ جس میں انسان رضاء الٰہی کے حُصول کی سعی میں جذب ہو کر سُرور و نشاط کی پُرکیف فضاؤں میں محوِ پرواز ہو جاتا ہے۔ جُوں جُوں انسان حُصولِ معرفت کی جدوجہد میں بُلند سے بُلند تر کی طرف سعی کرتا جاتا ہے سوز و درد کی خشیت انگیز کیفیت طاری ہوتی جاتی ہے۔ یہی کیفیت انسان کے اندر منشاء ایزدی کی تعمیل کی چاہت پیدا کرتی ہے۔ یہی چاہت ایک ایسے عظیم جذبے کو جنم دیتی ہے جسے علامہ اقبال ذوق کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ ذوق انسان کے علم و آگہی اور تفکر و تدبّر کو جِلا بخشتا ہے اور وہ گھومنے والے آسمان (کائنات) کی تسخیر کی جدوجہد کرتا ہے۔

ایک صاحبِ بصیرت انسان محض زمین کے اندر چھُپے ہوئے نوادرات اور عجائبات کے انکشاف پر قانع نہیں ہوتا بلکہ وہ افلاک بُلندیوں پر کمند پھینک کر اجرام و اجسام کو مُسخر کرنے بھرپُور سعی کرتا ہے۔ ایک دوسری جگہ علامہ اقبال مُشاہدات کی اہمیت کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

چشمِ او بر واردات کائنات   تا ببیند مُحکمات کائنات

یعنی ایک صاحبِ بصیرت کی نگاہ کائنات کے مُشاہدات اور معلومات پر ہوتی ہے تاکہ ان کی مدد سے کائنات کے بُنیادی اصول اور عالمگیر حقائق کا مُحققانہ مُطالعہ کر سکے۔

علم را بر اوج افلاک است رہ   یا ز چشمِ مہر بر کندو نگہ

یعنی علم کا راستہ افلاک کی بلندیوں تک پہنچتا ہے یہاں تک کہ وہ سُورج کی آنکھ سے بصارت چھین لیتا ہے۔

نسخہ او نسخہ تفسیر کل   بستہ تدبیر او تقدیر کل

یعنی علم ساری موجودات کی تجزیہ کاری یعنی تفسیر و توضیح حاصل کرنے کا ایک نسخہ ہے۔ موجُوداتِ عالم کی تقدیر اسی کی تدبیر کے ساتھ وابستہ ہے۔ بالفاظ دیگر علم جب اپنی تدبیر و تحقیق کی بدولت موجودات کائنات کو اپنا تابعِ فرمان بنا لیتا ہے تو قُدرت کے خُفتہ دفینوں کا مُقدر جاگ اُٹھتا ہے ان کا مقصدِ تخلیق پورا ہو جاتا ہے اور وہ مخلُوقاتِ عالم کے ہمہ جہت خدمت گذار بن کر عالمِ انسانیت کی عظمت و کمال کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ عرفان ذات اور عرفان رب کائنات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

تو یکے در فطرت خود غوطہ زن   مردِ حق شو بر ظن و تخمیں متن

اندریں وہ پردہ اسرار چیست | تا تو بینی زشت خوب کار چیست

(اے انسان ! اگر تو اپنی ذات (مقصد حیات اور صفات) کا ادراک کرنا چاہتا ہے تو اپنے آپ میں جھانک کر دیکھ (کہ قدرت نے تجھے کون کون سی اعلیٰ و ارفع صلاحیتوں سے بھر ور کر کے کائنات میں اشرف المخلوقات کا معزز و محتشم مقام عطا کیا ہے) جب تو اپنے من میں ڈوب کر انسانیت کی عظمت و شرف کا راز پالے گا تو یقیناً خالقِ ذوالجلال کی عظمت و شان کا ادراک بھی کرنے لگے گا۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پس تم پر لازم ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کا اطاعت شعار بندہ بن کر اس کی عظمت و کبریائی کے آگے بلاچوں و چرا سرِ تسلیم خم کر دو اپنے ذہن نارسا کے اندازوں اور تخمینوں کو حرفِ آخر سمجھ کر اس پر فخر نہ کر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تیرے کام میں اچھائی اور برائی کیا ہے یعنی تیرے طریق کار میں خوبی کس حد تک ہے اور کس درجہ خامی ہے۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حیرت و اسرار کے ان نو پردوں (یعنی کائنات) کے اندر کون کون سی تحیر انگیز دنیائیں آباد ہیں جنہیں تو مسخر کر کے عالمِ انسانیت کی ترقی و کمال کے لئے بے پناہ وسائل پیدا کر سکتا ہے۔

علامہ اقبال ایک حجرہ نشین صوفی کو معاشرہ میں فعال و متحرک کردار ادا کرنے کے لئے مخاطب ہو کر یوں سمجھاتے ہیں۔

صوفی بروں ز بنگہ تاریک پابند | فطرت متاعِ خویش بہ سوداگری کشید

صبح و ستارہ و شفق و ماہ و آفتاب | بے پردہ جلوہ ہا بہ نگاہے تواں خرید

یعنی اے گوشہ نشین صوفی ! تو کچھ دیر کے لئے ہی سہی تاریک کٹیا سے باہر قدم رکھ اور غور سے دیکھ کہ فطرت اپنی متاع بے بہا کو بیچنے کے لئے پیش کر رہی ہے۔ صبح کی روح پرور خنکی ستاروں کی دلنواز چمک دمک، شفق کی قوس و قزح کی مانند دلفریب رنگینی، ماہتاب کی روپہلی کرنوں کی تسکین پرور لطافت اور آفتاب کی سنہری شعاعوں کی حیات افروز تپش ان سب بے پردہ جلووں کو اک نگاہ حقیقت شناس خرید سکتی ہے۔ قرآن پاک میں بے شمار آیات ایسی ہیں جن میں خالقِ کائنات نے مظاہرِ قدرت کے مختلف عوامل کا ذکر بطور خاص فرمایا ہے۔ ربّ العزت نے انسان کے لئے ان عوامل کے فائدے گنوا کر انہیں اپنی رحمت و رافت کی علامات کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ان آیات کریمہ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے

کہ خالق کائنات عبادات کے ساتھ ساتھ مُطالعہ کائنات کو بھی یکساں اہمیت دیتے ہیں ۔ ذیل میں لکھی ہوئی چند آیات کریمہ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خُداوند بُزرگ و برتر مظاہرِ قدرت کا ذکر بار بار کرتا ہے ۔ عالمِ انسانیت کے لئے اس کی افادیت کا ذکر کرتا ہے اور غور و فکر کی دعوت بھی دیتا ہے ۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ

(پارہ ۹ الاعراف رکوع ۳)

"کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام نیز خدا کی پیدا کی ہوئی کسی چیز پر بھی غور نہیں کیا" یعنی آسمان اور زمین کی تخلیق ان کے انتظام و انصرام پر غور کرنا انسان کے لئے لازمی ہے " ۔ ایک دوسرے مقام پر خالقِ کائنات ارشاد فرماتے ہیں

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ۔۔۔۔ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۔

(پارہ ۱۱، سورہ یونس، رکوع ۲) ۔

" اللہ جل جلالہٗ وہ قادرِ مُطلق ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا (سیارہ) بنایا اور ماہتاب کو نور بنایا اور ان کی منزلیں ٹھہرائیں تاکہ تم ماہ و سال کا حساب کر سکو ۔ نیز رات اور دن کے رد و بدل میں اور جو کچھ اللہ پاک نے آسمانوں اور زمین کے اندر پیدا کیا ہے ان میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے خُدا کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں " ۔ ایک دُوسری آیت میں خُداوند بزرگ و برتر ارشاد فرماتے ہیں

وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۔۔۔۔۔۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔

(پارہ ۱۴، سورۃ النحل، رکوع ۲) ۔

" اے لوگو ! خالقِ ذُوالجلال نے رات، دن، سُورج، چاند اور ستاروں کو تمہارا تابع فرمان بنا دیا ہے جو لوگ صاحبان عقل ہیں ان کے لئے ان عوامل میں فروغ فہم و فراست کے بہت سے اسباق مضمر ہیں ۔ "

الغرض مندرجہ بالا آیات کریمہ کی روشنی میں ایک صاحب بصیرت انسان یہ نتیجہ بآسانی اخذ کر سکتا ہے کہ خالقِ اکبر نے انسان کے لئے یہ امر لازمی قرار دے دیا ہے کہ وہ مظاہر قدرت کو بنظر غور دیکھے، سمجھے اور انہیں مُسخر کرنے کی بھرپور سعی کرے کہ یہی منشاء رب العٰلمین ہے

اور معراج انسانی کی اوّلین منزل ہے۔

حقیقی مشائخِ کرام مناظرِ فطرت کے مُطالعے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصانیف "احیاء العلوم" اور "کیمیائے سعادت" میں لکھتے ہیں " درویشوں کے لئے پہاڑوں، بیابانوں اور جنگلوں کی سیر و سیاحت اس لئے ضروری ہے کہ ہر درخت کے پتے پتے پر اسرار الٰہی میں سے ایک راز لکھا ہوتا ہے۔ درویش علمِ لدُنی کے ذریعے ان رازوں کو سمجھتے ہیں اور علوم باطنی کی تکمیل کرتے ہیں۔ پہاڑوں اور پتھروں پر تحریر شدہ علوم الٰہی کا مُطالعہ کرتے ہیں پھر شجر و حجر علوم الٰہی کے اسرار و رموز کے بارے میں درویشوں سے گفتگو اور مکالمہ کرتے ہیں۔ کسی مغربی فطرت شناس نے غالباً امام غزالی کے انھی خیالات کی ترجمانی مندرجہ ذیل الفاظ میں کی

When we stand and gaze upon the scene before us , we grow to feel a part of it . Something in it communicates with something in us . The communion brings us joy and the joy brings us exaltation . لے

جب ہم رُک کر ان حسین مناظر پر نگاہ ڈالتے ہیں جو ہمارے سامنے حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں گویا ہم ان مناظر کا ایک جزو بن چکے ہیں۔ ایسے میں کائنات کا شاہد مستور ہم سے ہم کلام ہو جاتا ہے۔ یہ ہم کلامی، کیف و نشاط پیدا کرتی ہے اور یہ نشاط، وجد و مستی میں تبدیل ہو جاتی ہے"۔

مندرجہ بالا سطور کے مُطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مظاہرِ قدرت کا مشاہدہ ہر مکتبِ فکر کے ساتھ تعلق رکھنے والے انسان کے لئے یکساں طور پر ضروری ہے خواہ وہ عالمِ دین ہو یا شیخِ طریقت، فطرت شناس مُفکر ہو یا سیر و سیاحت کا دلدادہ ایک عام انسان، سب پر لازم ہے کہ وہ حسین؀ و جمیل خُدا کی حسین و جمیل کائنات ؀ کے اندر چھُپے ہُوئے فن صنّاعی کے انتہائی قیمتی دفینوں کی اہمیت کا سُراغ لگا کر انہیں عالمِ انسانیت کے تابع فرمان بنا دے کہ یہی منشاء خالقِ کائنات ہے جو انسان خالقِ کائنات کی منشاء کی تعمیل کے سلسلے میں کوتاہی کرتا ہے وہ دراصل اپنے فرض کی بجاآوری کے سلسلے میں کوتاہی کرتا ہے۔ یہ کوتاہی کرنے والا انسان اسی طرح لائق تعزیر ہے جس طرح عبادات کی بجاآوری کے سلسلے میں غفلت برتنے والا شخص۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ـــــــــ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ان آیات مُبارکہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (۱) آسمان اور زمین کی تخلیق رات و دن کے رد و بدل میں عقل والوں کے لئے قُدرت کی بہتیری نشانیاں ہیں (۲) یہ صاحبانِ فہم اپنے رب کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں (۳) یہ صاحبانِ فہم آسمان اور زمین کی ساخت کا مُطالعہ غور و فکر سے کرتے ہیں۔ جب ان پر گُوناگُوں اسرار مُنکشف ہوتے ہیں تو فرطِ استعجاب سے پُکار اٹھتے ہیں (۴) اے احسن الخالقین! تو نے اس کائنات کو ہرگز ہرگز بے فائدہ نہیں بنایا۔

مندرجہ بالا آیات مُقدسہ کے مُطالعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ خالقِ عزوجل کی عبادت انسان پر فرض ہے لیکن وہ عبادت گذار بندے ساتھ ہی ساتھ لازمی طور پر کائناتِ عالم کی ماہیت اور عالمِ انسانیت کے لئے اس کی افادیت کو سمجھنے کے لئے غور و فکر اور فہم و فراست سے کام لیتے ہیں۔ ربُ العزت کے نزدیک عبادات اور مُطالعہ کائنات دونوں اعمال لازم و ملزوم ہیں۔

ایک صاحبِ بصیرت انسان ان آیات کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ مظاہرِ قُدرت کا مُشاہدہ کر کے اس سے سبق حاصل کرنے والے مُفکر وہ ہیں جو زندگی کے ہر چلن میں نہایت خشوع اور خضوع سے خُداوند بُزرگ کو یاد کرتے ہیں۔ بالالفاظ دیگر حقیقی معنوں میں ربُ العزت کی عبادت کرنے والے لوگ وہ ہیں جو آسمان و زمین کی ساخت و پرداخت کو بڑے غور و فکر سے دیکھتے ہیں اور اس کی شان صناعی کو دیکھ کر فرطِ سپاس گذاری کے طور پر سر بسجود ہو جاتے ہیں۔

علامہ اقبال کائنات پر غور و فکر اور نظامِ عالم کی تسخیر پر روشنی ڈالتے ہوئے مثنوی اسرار و رموز میں فرماتے ہیں۔۔

ماسوا از بہر تسخیر است و بس   سینہ او عرضہ تیر است و بس

یعنی خالقِ کائنات کے سوا جو کچھ بھی کائنات میں موجود ہے خالقِ اکبر نے اسی لئے پیدا کیا ہے کہ تسخیر کے تیروں سے اسے چھلنی کر کے مسخر کیا جائے۔

خیز و وا کن دیدہ مخمور را   دوں مخواں ایں عالم مجبور را

علامہ اقبال مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور مُطالعہ کائنات کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے فرماتے ہیں " اے مسلمان! خواب غفلت سے جاگ، خمار آلود آنکھیں کھول کر دنیا کا غور سے مطالعہ کر اس عالمِ مجبور (کائنات) کو حقیر نہ سمجھ کہ اس میں عالمِ انسانیت کی عظمت و کمال کے عوامل پوشیدہ ہیں۔" ضرب کلیم میں اسی مضمون کو علامہ

نے یوں بیان کیا ہے۔

وہ عالم مجبور ہے تو عالمِ آزاد
ناچیز جہانِ مہ و پرویں ترے آگے

اردو کے شعر کو اگر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کے تناظر میں دیکھا جائے تو انسان کی عظمت واضح ہو جاتی ہے اور سُورہ جاثیہ کے دوسرے رکوع کی اس آیت کریمہ کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (اے انسان! تیرے لئے آسمانوں اور زمین کے اندر موجود ہر شے کو تابع فرمان بنا دیا گیا ہے اسی آیت کریمہ کے مطالب کو اگر پیشِ نظر رکھا جائے تو انسان کی برتری اور کائنات کی ثانوی حیثیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔

جستجو را محکم از تدبیر کُن
انفس و آفاق را تسخیر کُن
چشم خود بکشا و در اشیاء نگر
نشہ زیرِ پردہ صہبا نگر

تسخیرِ کائنات کے سلسلے میں علامہ اقبال مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنے ذوقِ تجسس اور تدبّر و تفکر کی مدد سے مضبوط و مستحکم کرو (کیونکہ تدبّر و تفکر ہی کامیابی کا زینہ ہے) اور اس قوّت سے کائنات کی مادی اور معنوی قوتوں کو اپنا تابع فرمان بناؤ۔ علامہ ان ہر دو قوتوں کو یکساں اہمیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم نہ صرف یہ کہ کائناتِ عالم کی مادی قوتوں کو اپنے زیرِ نگیں کرو بلکہ نفس کو بھی اپنے قبضہ و تصرف میں لاؤ کہ انسانی وجود میں یہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ نفس کو کنٹرول کرنے سے انسان ہزار برائیوں، خرابیوں اور گناہوں سے بچ جاتا ہے اور وہ یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور چشمِ بینا سے اس کی حسین کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ انسان جب ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے تو خالقِ کائنات اس سے مخاطب ہو کر یوں فرماتے ہیں

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ ------- وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (پارہ ۳۰۔ الفجر)

"اے میرے مقرب بندے! اے نفسِ مطمئنہ کے مالک! تو خالقِ کائنات کے حضور یوں چل کر جا کہ تیرا انگ انگ اس سے راضی ہو اور وہ ربّ مہربان بھی تجھ سے راضی ہو، پھر اللہ اس سے فرمائے گا کہ جا اور ہمارے خاص بندوں کی صف میں شامل ہو جا اور (انعام کے طور پر) ہماری بہشت میں جا داخل ہو"۔

چشم خود بکشا و در اشیاء نگر
نشہ زیرِ پردہ صہبا نگر

یعنی اپنی حقیقت شناس آنکھ کو کھول کر چیزوں کی حقیقت پہچاننے کی کوشش کرو تیری نگاہ حقیقت بین میں ایسا کشف ہونا چاہیئے کہ شراب کے پردے میں مُضمر نشہ کی خُمار انگیزی دیکھ سکے۔

ہر کہ محسوسات را تسخیر کرد
عالمے از ذرّہ تعمیر کرد

جس نے کائنات کی ہر اس چیز کو مُسخر کیا جو کہ محسوس کی جا سکتی ہے وہ ایک ذرّے سے دنیا تعمیر کر سکتا ہے ذرہ اگرچہ ایک ناچیز شے ہے لیکن اس کے اندر قُدرت نے ایک حیرت انگیز دنیا مُضمر کر رکھی ہے۔ ایک دُوسرے مقام پر علامہ اِقبال ذرّے کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نُوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

آج کل کے سائنسدان نے اس حقیر ترین شے کو انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے سالہاسال کی مُحققانہ عرق ریزی کے بعد جب مغربی مُفکرین نے یہ حقیقت معلوم کی کہ ذرّے کے اندر طاقت و توانائی کا بے پناہ ذخیرہ پوشیدہ ہے تو انہوں نے توانائی کے اس عظیم ذخیرے کو مُسخر کرنے کا پروگرام بنایا تاکہ اسے عالمِ انسانیت کی فلاحی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ بنایا جا سکے۔ انہوں نے کیمیائی عمل کے ذریعے ذرے کے دل NUCLEUS کو چیرا تو دیکھا کہ اس سے الیکٹرون (منفی برقیہ) پروٹون (مثبت برقیہ) اور نیوٹروں (برقیہ) کی شعاعیں نکلتی دکھائی دیں ان شعاعوں کے کیمیائی عمل اور ردعمل کے نتیجے میں ذرے جیسی حقیر ترین شے سے توانائی کے مُہیب ترین اور عظیم ترین سرچشمہ پر دسترس حاصل کی گئی جسے سائنسدانوں نے Atomic Energy یعنی جوہری توانائی کا نام سے موسوم کیا۔

اٹم کا نظریہ کیسے معرض وجود میں آیا عام شائقین کی دلچسپی کے لئے اس کے تعارف کی مُختصر ہسٹری دی جاتی ہے۔ سائنسدانوں کے خیال میں تقریباً ۴۰۰ سال قبل مسیح یُونانی فلاسفر ڈیمو کراٹس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ مادہ انتہائی ننھے منے اور ناقابل تقسیم اجزاء سے مل کر بنا ہے جسے اس نے اٹم کے نام سے موسوم کیا۔ اٹم ایک یُونانی لفظ Atamos سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ناقابل تقسیم یہ نظریہ تقریباً ۲ ہزار سال تک کسی صاحبِ فکر و نظر کی مُحققانہ کاوشوں کا منتظر رہا تاآنکہ ۱۸۰۸ء میں جان ڈالٹن نامی برطانوی ٹیچر نے مادہ کے وجود کی سائنسی تھیوری پیش کی۔ اس کے بعد رتھر فورڈ، جیمز چاڈوک، آئن سٹائن اور کئی دُوسرے مُفکروں نے وقتاً فوقتاً

باقی صفحہ ۳۰ پر

غزل

مُرتضیٰ سیّد

آغازِ جنوں میں ہی جو نکلا تھا میں گھر سے
آیا نہ کبھی لوٹ کے خوابوں کے سفر سے

ہر گام پذیرائی کو آتے رہے پتھر
گُذرا ہوں تیرے شہر میں جس رہ گُذر سے

ہم ہاتھ دھرے ہاتھ پہ یوں بیٹھے ہیں جیسے
جھولی میں ٹپک آئے گا پھل شاخِ شجر سے

مہتاب کی تسخیر تو اِک پہلا قدم ہے
منزل ہے بہت دُور ابھی شمس و قمر سے

ہیں برف کے تودوں میں بھڑکتے ہوئے شُعلے
دیکھا نہ کبھی ہم نے مگر گہری نظر سے

ہے آخرِ شب ظُلمتیں دم توڑ رہی ہیں
ہو جائے گا جگمگ ابھی انوار و سحر سے

کچھ لوگ ابھی سنگ بکف پھرتے ہیں سیّد
یہ جا کے کوئی کہہ دے مرے آئینہ گر سے

حُبِ اہلبیت علیہم السلام، ایمان کی نشانی

سیّد خورشید شاہد القادری

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت تطہیر کے تحت لکھتے ہیں کہ اس تطہیر کا نتیجہ ہے کہ اخلاق، اعمال اور فضائل ہر لحاظ سے اہلبیت علیہم السلام ہر دور میں دوسروں سے پیش پیش ہیں۔ اس خصوصیت میں ان کا کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اس لئے ارباب کشف نے فرمایا کہ ہر دور میں قُطب اس خاندان سے ہوتا ہے۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"جس نے نماز پڑھی لیکن نہ مجھ پر درود پڑھا نہ میرے اہل بیت پر تو اس کی نماز قبول نہیں"۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، کتاب اللہ جو ایک رُسی ہے آسمان سے زمین تک اور میری عترت اہل بیت۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ تم غور کرو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو"۔

صحابہ کرام اور اہلسنت کے اکابرین نے ہمیشہ اہلبیت علیہم السلام کی تعظیم بجا لائی اور ان سے محبت و عقیدت کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے فرمایا

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کے پیش نظر اہلبیت علیہم السلام کا احترام کرو حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت امام حُسن اور حضرت امام حُسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وظیفہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برابر مُقرر فرمایا۔ حالانکہ یہ دونوں اس غزوہ میں شامل نہ تھے لیکن آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی نسبت یہ خصوصی برتاؤ ان کے ساتھ فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو جب حضرت معاویہؓ نے کہا کہ "تم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بُرا کیوں نہیں کہتے ہو تو انہوں نے فرمایا جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بارے میں بیان فرمائی تھیں

تو میں انہیں بُرا نہ کہوں گا اور اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو میرے لئے سُرخ اونٹوں سے زیادہ ہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمایا "تو میرے لئے ایسا ہے جیسا کہ ہارون موسیٰ کے ہاں تھا۔ خیبر کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں کل جھنڈا اس کو دوں گا جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور رسول بھی اسے دوست رکھتے ہیں اور پھر جھنڈا حضرت علی علیہ السلام کو عنایت فرمایا۔ اور جب آیت ابناء نا وابناء کم نازل ہوئی تو علی، فاطمہ، حسَن اور حُسین کو طلب کر کے فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں (مسلم شریف)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ خصوصی محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ ابو محمد زہرہ "حیاتِ امام ابو حنیفہ" میں صفحہ ۲۹۰ پر لکھتے ہیں "آپ کا طبعی میلان اور رحجان حضرت علی علیہ السلام کی اس اولاد کی جانب تھا جو حضرت فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے بطنِ اطہر سے تھی اور یہی میلان آپ کی ابتلاء کا سبب ہوا"۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں رئیس احمد جعفری "سیرت ائمہ اربعہ" میں صفحہ ۲۹۳ پر لکھتے ہیں

"چنانچہ ۱۴۵ھ میں محمد نفس ذکیہ کی حمایت کے نتیجہ میں عباسی خلیفہ منصور کی طرف سے آپ کو ستر کوڑوں کی سزا دی گئی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شانِ مُبارکہ میں بیان کردہ تمام صحیح احادیث کو جمع فرمایا اور اس کتاب کا نام "مناقبِ علیؑ" رکھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اہلبیت (علیہم السلام) کی تعریف میں اشعار کہے جس کا ترجمہ یہ ہے "اے اہلبیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے تمہاری جلالت شان کے لئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہوئی"۔

دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے مُہتمم و شیخ الحدیث اور ماہنامہ "رضوان" لاہور کے مدیر اعلیٰ حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی اپنی کتاب "علم و عرفان" میں امام ربانی مُجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظاتِ گرامی کے اردو ترجمہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سخت غضب اس پر ہوتا ہے، جو میری آل کی وجہ سے مجھے تکلیف پہنچائے"۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پلِ صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہو گا جو میرے اہلبیت علیہم السلام اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہو گا۔ فرمایا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ اہلبیت علیہم السلام سے محبت و عقیدت اہلسنت کا سرمایہ ہے۔ اہلبیت علیہم السلام سے محبت رکھنا اہلسنت کے ہاں جزوِ ایمان ہے اور ایمان پر خاتمہ کے لئے اہلبیت علیہم السلام سے محبت رکھنے کو بڑا دخل ہے جب کسی کو بھی ولایت و قطبیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور جو فیوض و برکات اسے حاصل ہوتے ہیں تو یہ سب امام الاولیاء جناب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے وسیلہ و واسطہ سے نصیب ہوتے ہیں کیونکہ آپ اس نقطہ انتہائی کے قریب ہیں اور اس مقام کا مرکز آپ ہی کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جناب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ولایتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حامل ہیں۔ اسی لئے قطب، ابدال اور اوتاد جیسے بلند مرتبت اولیاء اللہ ہیں اور جن پر ولایت کا رنگ غالب ہے ان سب کی تربیت جناب علی علیہ السلام کی امداد و اعانت کی مرہونِ منت ہے اور اس معاملہ میں حضرت سیّدۃ النساء جنابہ فاطمۃ الزہرا اور امامین کریمین (امام حسن و امام حسین علیہم السلام) بھی حضرت علی علیہ السلام کے شریک ہیں۔ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے محبت رکھنا اہلسنت و جماعت ہونے کے لئے شرط ہے اور جسے جناب علی علیہ السلام سے محبت نہیں وہ اہلسنت سے خارج ہے اور فرقہ خوارج میں داخل ہے۔

جب حضرت علی علیہ السلام کا دور ختم ہوا تو اولیاء اللہ کو فیض رسانی کا عظیم منصب ترتیب وار حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کے سپرد ہوا اور ان کے بعد علی الترتیب یہ منصب آئمہ اثنا عشر بارہ اماموں کے حوالہ کیا گیا اور ان بارہ اماموں کے زمانوں میں اور ان کے بعد کے زمانوں میں جس کسی کو جو فیض اور ہدایت ملی وہ انہی بارہ اماموں کے وسیلہ اور واسطہ سے ہی ملتی رہی۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ فیض رسانی حضرت قطبِ ربانی، محبوبِ سبحانی، قندیلِ نورانی، شہبازِ لامکانی، ہیکلِ یزدانی سیّدنا و مولانا و مرشدنا سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اور جب آپ کی باری آئی تو یہ عظیم منصب آپ کے سپرد کر دیا گیا اور ائمہ اثنا عشر اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کوئی بھی اس مرتبہ کا بزرگ محسوس

باقی صفحہ آخر پر

گذشتہ سے پیوستہ

نظریۂ خودی

پروفیسر زاہد حسن فریدی

خوف خدا، اعلیٰ اخلاق اور اوصاف حمیدہ انسان کے اندر وہ قوتیں پیدا کر دیتے ہیں جو کبھی فنا نہیں ہو سکتیں اور عاشق بھی غیر فانی بن جاتا ہے۔ موت کے بعد بھی اس کی زندگی اور اس کا عمل اسی طرح برقرار اور جاری رہتا ہے۔

دل ز دیں سرچشمہ ہر قوت است　　　دیں ہمہ از معجزات صحبت است

کبھی آوارہ بے خانماں عشق　　　کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق
کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش　　　کبھی عریان و بے تیغ و سناں عشق
کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق　　　کبھی سوز و سرور انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر　　　کبھی مولا علیؓ خیبر شکن عشق

حقیقی معنوں میں مسلمان بننے کے یہی معنی ہیں کہ اس کو اپنے مذہب سے ایسا گہرا تعلق ہو جو عشق و جنون سے تعبیر کیا جا سکے۔ احکام الٰہی کا کامل احترام ہو، ان کو نافذ کرنے اور ان پر عمل کرنے میں جرأت رندانہ سے کام لے، حق گوئی میں دلیر و بے باک ہو، اخلاق حسنہ کا مجموعہ، ایثار و خلوص کا مجسمہ ہو تو دراصل وہی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی　　　نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

مسلمان صرف عمل کرنے سے مسلمان ہوتا ہے۔ مسلمان کے گھر پیدا ہونے سے مسلمان نہیں بنتا جب تک مسلمانوں کے سے افعال اور اوصاف پیدا نہ کرے، مسلمانیت کسی کی وراثت اور آبائی حق نہیں۔ مسلمان ہونے کے لئے عرب و عجم، شام و مصر، ہند و پاکستان کی قید نہیں۔ زبان سے کلمہ پڑھنا مسلمان ہونے کی سند نہیں جب تک ہر ہر عمل اور ہر ہر قول سے مسلمان ہونا ثابت نہ ہو۔ جب تک یہ کلمہ دل و روح، قلب و نظر، رگ و پے میں سرایت نہ کر جائے۔

لا الہ را بگو از روئے جاں　　　تا ز اندام تو آید بوئے جاں

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الہ الا اللہ
لغتِ غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

حد یہ ہے کہ عُلوم فقہ، تفسیر و حدیث پڑھنے کے بعد بھی آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔ یہ سب علوم اور دوسرے علوم کی طرح ہر شخص حاصل کر سکتا ہے۔ جیسے کہ بہت سے یورپی مستشرقین نے حاصل کئے۔

مُفسر و مُحدّث ہونا ایمان کامل ہونے کی ضمانت نہیں بلکہ ان علوم کے بعد نخوت و پندار اور تکبر و رعونت پیدا ہو جاتی ہے جو فرمان اور مسائل اس کے نفس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں ان کی تاویلیں گھڑ لیتا ہے اور ان مسائل کی اصلی روح فنا ہو جاتی ہے۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ نہیں کہتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

جب سے عشق و محبت کی سوزش، گرمی جُرأت و رندی ختم ہوئی اور عقلیات کا دور دورہ شُروع ہوا تو مُسلمان خواہ عالم قرآن و حدیث ہوں یا عُلوم مغرب کے ماہر، اسلام کے احکام کو عقل اور منطق کی کسوٹی پر پرکھنے لگے اور جو حکم ناقص اور محدود عقل کی فہم سے بالاتر نظر آیا یکساں باہر قرار دیا۔ اسلام کو دین فطرت کہہ کر اس کے ہر اُصول اور ہر فرع کی عقلی تشریح کرنے لگے نتیجہ یہ ہوا بعض نے معجزات کا انکار کیا، بعض نے معراج جسمانی و روحانی کا جھگڑا پیدا کیا۔ بعض نے روزہ و نماز کے مسائل میں سہولت پیدا کی، بعض نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر خلوص صداقت ایثار، بے ریائی پیدا ہو جائے تو نماز کی ضرُورت ہی نہیں اس لئے کہ نماز ان ہی اوصاف کے پیدا کرنے کے لئے نماز مقصود بالذات نہیں بلکہ حکومت و سرداری حاصل کرنے کے لئے انسان کو تیار کرتی ہے۔ غرض کہ اسلام کی سیدھی سادی سچی اور آسان صورت کو تاویلوں سے مسخ کر دیا اور اب ہر شخص یہ کہتا ہے کہ مجھ ہی میں وہ عقل کُل ہے کہ جس کے ذریعہ نہ صرف اسلام کے ہر مسئلہ کو سمجھ سکتا ہو بلکہ میری تشریح و تفسیر ہی سب سے زیادہ صحیح اور درست ہے اور میرا ہی قدم صراط مستقیم پر ہے۔

ہے کس کی یہ جرات کہ مُسلمان کو ٹوکے
حریتِ افکار کی نعمت ہے خداداد

چاہے تو کرے کعبہ کو آتشکدہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد

قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

ہے مملکت ہند اک طرف تماشا
اسلام ہے محبوس مُسلمان ہے آزاد

حریت افکار اور آزادی خیال جو فیضان مغرب کی مُقدس امانت ہمارے سینوں میں محفوظ ہے اس کی حقیقت بھی سن لیجئے ۔

جو دوئی فطرت سے نہیں لائقِ پرواز | اس مرغک بیچارہ کا انجام ہے افتاد
ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا | ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کا صیاد
اس قوم میں ہے شوخیٔ اندیشہ خطرناک | جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ | آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد
آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی | رکھتے نہیں جو فکر و تدبّر کا سلیقہ

اس آزادی جُرأت اور بے باکی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مُسلمان میں نور ایمان ، سوز یقین اور غور و فکر کی صلاحیت معدوم ہو گئی ۔ مغربی عُلوم کے فیض سے عقلیات کی تشکک میں ایسا مبتلا ہوا کہ توحید باری تعالیٰ بھی فلسفہ کا مسئلہ نظر آنے لگا اور خدا تعالیٰ کے وُجود سے ہی انکار کر بیٹھا ۔

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے | تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیئے
تیری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود | میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تیرا
وجود کیا ہے فقط جوہرِ خودی کی نمود | کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود تیرا

مغربی عُلوم کی شراب میں نشہ کی تیزی و تلخی نہیں صرف خُمار ہی خُمار ہے ۔ مغرب نے اس خُمار کو ظاہری زیب و زینت ، عارضی طمع و فروغ کے ساتھ دلائل و براہین کے بلوریں جام میں پیش کیا ۔ رقص و سرود ، بے حجابی و بے حیائی کی ریزہ کاری سے ایسا حسین دلفریب بنایا کہ مشرق کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں لیکن اقبال کی دیدہ وری نے اتنے حسین پردوں کے باوجود حقیقت کو عریاں کیا ۔

چھوڑ یورپ کے لئے رقص بدن کے خم و پیچ | روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللّٰہی
صلہ اس رقص کا ہے تشنگیٔ کام و دہن | صلہ اس رقص کا درویشی و شاہنشاہی

ہر ادب اپنے قوم و ملک کی تہذیب ، تاریخ اور روایات کا آئینہ دار ہوتا ، مغربی اقوام کے علم و ادب و حکمت و دانش ، تہذیب و تمدن میں روحانی عناصر ،ملکوتی اخلاق ، قلبی سوز و گداز کا سراسر فقدان ہے ۔ ان کی ساری تہذیب مادیت پرستی پر مبنی ہے اس لئے اخلاق حسنہ ، ایثار ، مروت ، خدمت خلق ، بے غرضی ، مساوات اور رواداری کا سبق ان کے علم و فن میں ڈھونڈنا عبث ہے ۔ اسی بناء پر اقبال مغربی علم و تہذیب کو مُسلمانوں کے حق میں سمِ قاتل

سمجھتے ہیں ۔

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا — کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ
یہ حوریانِ فرنگی دل و نظر کا حجاب — بہشتِ مغربیاں جلوہ ہائے پا بر کاب
وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن — پرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے
شکایت ہے مجھے یا رب خداوندانِ مکتب سے — سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا
یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا — دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک

سیاسی شان و شوکت ، ادبی ترقی ، سائنسی عروج ، جمہوری آزادی کی قیادت و سیادت آج کی مغرب کے ہاتھ میں ہے ۔ اقوامِ مشرق اور بالخصوص پاکستان ان کے نقشِ قدم پر چلنا ترقی سمجھتا ہے اس ڈھول کا پول اقبال لینن کا زبان سے کھولتے ہیں ۔

یورپ میں بہت روشنیٔ علم و ہنر ہے — حق یہ ہے کہ چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات
رعنائیٔ تعمیر میں ، رونق میں ، صفا میں — گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جُوا ہے — سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات
یہ علم ، یہ حکمت ، یہ تدبر ، یہ حکومت — پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات
بیکاری و عریانی و میخواری و افلاس — کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات
وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم — حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت — احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات
چہروں پہ جو سرخی نظر آتی ہے سرِ شام — یا غازہ ہے یا ساغر و مینا کی کرامات
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ — دنیا ہے تیری منتظرِ روزِ مکافات

اقبال کا پیغام نظریۂ خودی صرف عمل کر کے مسلمان بننے اور دین و دنیا میں فلاح و سرخروئی حاصل کرنے کے لئے ہے ۔ مسلمان امن و صلح کا سب سے بڑا علمبردار ہے ۔ اس نے یہ علم ہمیشہ اپنے عمل و کردار سے بلند کیا۔ جابر سے جابر حکمران سے خراجِ عقیدت وصول کیا جب مسلمانوں میں "عشق کی آگ" بجھی سارے عالم میں خود غرضی ، اقتدار اور جوع الارض کا اندھیرا چھا گیا اور آج مسلمان "راکھ کا ڈھیر" ہو کر دوسروں کے ہاتھوں پامال ہونے لگا ۔ آج مسلمان بھی اتنا ہی مادہ پرست ہے جتنا روس اور امریکہ ، دولت اور عورت کے چکر میں آج مسلمان کی عقل بھی گم ہے ۔ نوٹ اور ووٹ کے پھیر میں آج مسلمان بھی

باقی صفحہ آخر پر

اِستفتاء

(نکاحِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

مُفتی خلیل الرحمان نقشبندی
مُہتمم دارالعُلوم شیر ربانی حاجی آباد شکرپُورہ روڈ پشاور

کیا فرماتے ہیں عُلماءِ دین و مُفتیان شرعِ مُبین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا نکاح (حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ) ایک عیسائی پادری نے پڑھایا تھا اور عمرو کہتا ہے کہ نہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا نِکاح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا نے پڑھایا تھا۔ سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا کہ عمرو کا۔ مہربانی کر کے یہ بھی واضح فرما دیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان والوں کا عمل اس وقت کس دین پر تھا اور وہ کس دین کے پیروکار تھے۔ ازراہ نوازش اس مسئلہ کو بمعہ حوالۂ کُتب واضح فرما کر ممنون فرماویں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

المستفتی: جاوید احمد قادری یکہ توت پشاور شہر

اَلجَوَاب۔

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مسلماً

واضح ہو کہ قُریش میں ایک بہت مالدار خاتون تھیں جن کا نام بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ ہر چہار طرف پھیلے اور آپ محمد امین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے نام سے مشہور ہوئے تو اس خاتون نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں گذارش کی کہ آپ ہمارا مال لے کر تجارت کے لئے قافلہ کے ساتھ جائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ اپنے چچا ابُو طالب علیہ السلام کے گوش گذار کیا تو انہوں نے اجازت دے دی اس سفر میں بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنا ایک غلام بھی بھیجا جس کا نام میسرہ تھا۔ اس سفر میں ایک مقام پر راستہ میں ایک راہب نے آپ کو پہچانا جس کا نام نسطورا تھا اور اس نے کہہ دیا کہ یہ پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ میسرہ غُلام جو آپ کے ہمراہ تھا اس نے

بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت معجزے دیکھے اور وہ سب اس نے واپس آ کر بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کئے۔ علاوہ اس کے بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ سفر سے واپس آ رہے تھے تو دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ اس وقت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بالاخانہ کے غرفہ میں بیٹھی ہوئی تھیں اور میسرہ غلام نے بھی کہا کہ میں نے تمام راستہ میں ایسا ہی حال دیکھا۔ خدیجہ خاتون نے آپ کے حالات سن کر اور خود بھی دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کی خواہش ظاہر کی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جناب ابُوطالب علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے بڑی خوشی سے یہ رشتہ منظور کیا اور نکاح کی تاریخ کا تقرر کر لیا گیا۔ مقررہ تاریخ پر جناب ابُوطالب علیہ السلام اشراف اور سرداران قُریش کو لے کر بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر پہنچے۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے مہتمم نکاح ان کے چچازاد برادر ورقہ بن نوفل تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابُوطالب علیہ السلام نے خود خطبہ نکاح پڑھا جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے فضائل بیان کئے اور نکاح منعقد کیا۔ (تواریخ حبیب الہ جلد اول ص ۲۰ - ۲۱)

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح :

امامُ الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عُمر شریف جب پچیس برس ہوئی تو آپ کو مکّہ مکرمہ میں امین کے لفظ سے پُکارا جاتا تھا تو آپ نے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال کی تجارت کے لئے شام کا سفر کیا اور آپ کے ہمراہ بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا غُلام میسرہ کو بھی بھیجا نیز اس سال آپ نے بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح بھی فرمایا اس وقت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تجارت کے لئے جانا یہ آپ کا تیسرا سفر تھا۔ (نور الابصار ترجمہ نور الابصار جلد اول ص ۳۵ تصنیف سیّد مومن بن حسن شبلنجی مصر)

امام علامہ یُوسُف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "انوار محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں یوں ذکر فرمایا جو قدرے تفصیل کے ساتھ ہے فرماتے ہیں۔

"جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عُمر شریف بارہ سال ہوئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابُوطالب علیہ السلام کے ساتھ سفر شام میں بمقام بصریٰ آئے۔ آپ کو بحیرا

راہب نے جس کا نام خبر جیس تھا دیکھا اس نے حُلیہ مُبارک کہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا یہ ہیں سیّدالعالمین اور رحمۃ اللعالمین ۔ لوگوں نے پُوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہنے لگا جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے تو تمام شجر اور حجر انہیں سجدہ کر رہے تھے اور سوائے پیغمبر کے یہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو اس مُہرِ نبوت سے جو اِن کے کندھوں کے درمیان میں ہے پہچانتا ہوں اور یہ ہماری کتب یہود میں مذکور ہے ۔ بحیرا راہب نے جناب ابُو طالب علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان کو واپس کر دیں کہ یہود سے بہت خطرہ ہے تب ابُو طالب علیہ السلام نے وہیں اپنا مال بیچ کر خوُب منافع کمایا اور وہیں سے واپس چلے آئے ۔ (انوار محمدیہ ص ۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی عمُر بیس برس کی تھی اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی تو دونوں اکٹھے بغرض تجارت شام کی طرف گئے ۔ ایک ایسے مقام پر اترے جس میں بیر کا درخت تھا ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بحیرا راہب کے پاس کوئی بات پوچھنے کے لئے گئے راہب نے کہا درخت کے سایہ میں وہ شخص کون ہے ؟ حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے کہا کہ وہ محُمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں ۔ راہب نے کہا بخدا اس درخت کے سایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹھنا مقدر ہے اور آپ پیغمبر ہیں ۔ چنانچہ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو یقین ہو گیا اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ فوراً ایمان لے آئے (انوار محمدیہ ص ۵۴)

اسی کتاب میں اگلے صفحہ پر درج ہے ۔

" اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غُلام میسرہ کے ساتھ بغرض تجارت ذی الحجہ کی ۱۶ تاریخ کو بصریٰ تشریف لے گئے ۔ آپ کی عمُر مُبارک پچیس برس تھی جبکہ میسرہ اکیس برس کا تھا ۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جاہلیت کے دور میں طاہرہ کہتے تھے پہلے ان کی شادی ابُو ہالہ بن زراہ التمیمی سے ہوئی تھی اور اس سے دو بچے ہند اور ہالہ نامی پیدا ہوئے پھر عتیق بن عائذ المخزومی نے ان سے نکاح کیا اور اس سے ہند نامی ایک بچہ پیدا ہوا " ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان سے نکاح کیا تو جناب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شادی کا پیغام بھیجا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سے ذکر کیا چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کو لے کر خویلد بن اسد کے گھر آئے اور انہیں آپ سے منسوب کر دیا۔ پھر مقررہ تاریخ پر حضور علیہ السلام کے چچا جناب ابُو طالب علیہ السلام قبیلہ مضر کے روساء اور اشراف و سرداران قریش کو لے کر گئے اور خطبہ نکاح پڑھا جناب ابُو طالب علیہ السلام نے جو خُطبہ نکاح پڑھا تھا اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

"سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے پیدا کیا اور ان کی راہ چلایا اور پھر ہمیں معد اور مضر کے خاندان میں پیدا کیا اور ہمیں اپنے گھر کا مُحافظ اور حرم شریف کا نگہبان بنایا اس گھر میں لوگ حج کرتے ہیں اور اس نے حرم کو جائے امن قرار دیا اور ہمیں لوگوں پر برتری عطا کی۔ میرا یہ بھتیجا مُحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بن عَبْدُاللہ مقابلہ اوصاف کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بہتر ہے اگر مالی لحاظ سے وہ کمزور ہے تو مال کی مثال ڈھلتے سایہ کی طرح ہے جو ناپائیدار اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جن کے خاندان سے تم واقف ہو۔ آپ کا خدیجہ بنت خویلد سے نکاح ہوا ہے اس کا حق مہر آجل و عاجل جتنا بھی مُقرر ہوا ہے وہ میرے مال سے ادا کیا جائے گا اس کے بعد محُمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے حالات بہتر ہوں گے اور ان کی شان و شوکت میں اضافہ ہو گا۔ نوٹ: یہاں ذکر ہے کہ حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مُقرر ہوا تھا۔ حالانکہ بعض روایات میں پانچ سو درہم سونا ہے اور بعض میں پچیس اوقیہ سونا ہے۔
(انوار محمدیہ از علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی ص ۵۵)

ان تمام حوالوں سے اچھی طرح واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت ابُوطالب علیہ السلام نے ہی کیا تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کا خُطبہ جناب ابُو طالب علیہ السلام ہی نے پڑھا تھا۔ تفسیر روح البیان میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

وفیما خطب بہ ابو طالب في تزویج خدیجہ رضي اللہ عنہا و قد حضر معہ

هاشم و رؤساء مضر ۔ الحمدلله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم و ذدع اسمٰعيل (عليهما السلام) و ضئضي معد و عنصر مضر و جعلنا حضنة بيتة الي آخره (تفسير روح البيان جلد ۲ ص ۱۲۰)

اور وہ خُطبہ جو جناب ابُو طالب علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے وقت رؤساء بنو مضر اور اشراف بنی ہاشم کے سامنے پڑھا تھا ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے پیدا کیا اور اپنے گھر کا محافظ بنایا ۔ الی آخرہ ۔ **نوٹ :** خطبہ نکاح کا ترجمہ وہی ہے جو بحوالہ عبارت انوار محمدیہ سابقہ سطور میں رقم کیا گیا ہے ۔

وضاحت : ان حوالوں سے صاف ثابت ہوا کہ زید کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح اول حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ایک پادری عیسائی نے پڑھایا تھا غلط اور بے بنیاد ہے اور خلاف روایات ہے ۔ عمرو کا کہنا صحیح و درست ہے اور جناب ابُو طالب علیہ السلام کے خُطبہ نکاح سے خود بخود یہ ثابت ہوا کہ آپ کا پورا خاندان دین ابراہیمی علیہ السلام پر کاربند اور عمل پیرا تھا ۔ صحیح الطبع کے لئے یہ چند حوالہ بھی کافی ہیں اور سقیم الطبع کی بات جانے دیجئے ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

بقیہ : مطالعہ کائنات اور اقبال

ذرّے کی اہمیت اور افادیت پر تحقیقات کر کے معلومات میں قابلِ قدر اضافے کئے ۔ یہ انہی سائنسدانوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں ایٹمی توانائی کو طاقت و توانائی کا عظیم ترین منبع تصوّر کیا جاتا ہے ۔ (جاری ہے)

حواشی

۱۔ ماخوذ از دو قرآن ، ڈاکٹر غلام جیلانی برق

۲۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ (پہلا رکوع ۱۵) ۔ اے مُسلمانو! کفار سے کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور کون ہے جس کا رنگ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے زیادہ حسین ہے ۔

۳۔ اَلَّذِيْ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْئٍ خَلَقَهٗ (۲۱ ، سجدہ ، پہلا رکوع) اللہ جل جلالہٗ وہ ذات گرامی ہے جس نے جو چیز بنائی ہے انتہائی خوبصورت بنائی ہے ۔

بقیہ: تَفسِیرُ اُلقُرآنُ اُلحَسَنِیَہ

اور ساتھ ہی ساتھ نبوت کی عظیم تر ذمہ داریاں سپرد فرمائیں اور قیامت کے دن بھی اللہ جل جلالہٗ نے اپنے قربِ خاص میں مقام عطا فرمایا اور یہ تمام نعمتیں اور سرفرازیاں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اولاد امجاد کو عطا فرمائیں یہ سب کی سب اللہ جل جلالہٗ کے حضور میں آپ کی عاجزی، انکساری اور تواضع کا نتیجہ تھیں۔ معلوم ہوا کہ جتنا بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھکا جائے، عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا جائے وہ ایسے لوگوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیتا ہے اور ان پر اپنی نوازشوں اور نعمتوں کی بارش فرما دیتا ہے اور جو شخص بھی اس کے حضور میں زیادہ سجدے کرتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ قربِ الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

بقیہ: اَنوارِ علیٰ کَرمَ اللہُ وَجہہُ الکَرِیم

(علیہما السلام) تھے۔ تو ارشاد فرمایا کہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے میرے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں سو تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔

حَلِ لُغَت: طَرَقَ: رات کو آنا۔ وَرَکَ: کولھو، سُرین۔

تشریح: ارشاد ہے "پس اچانک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کولھوں پر حسن اور حسین علیہما السلام تھے" یعنی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کو ہٹایا تو امامین کریمین اس میں چھپے ہوئے تھے۔ (جاری ہے)

رَبِّ ذُوالجَلال

فیض لودھیانوی مرحوم

عقل نے پا لیا قمر کا سراغ
اب وہاں اس کا آنا جانا ہے
جس نے پیدا کیا ہے ایسا دماغ
اُس کی حکمت کا کیا ٹھکانا ہے

بقیہ : حُبِ اہلبیت علیہم السلام

نہیں ہوتا۔ اہلبیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں جن کو اس مختصر سے مضمون میں بیان کرنا قطعی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہلبیت علیہم السلام کی محبت، عقیدت اور ان کی سچی اطاعت نصیب فرمائے۔

آمین بِحُرمَۃِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

بقیہ : نظریۂ خودی

خراب ہے۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

خوف غمازِ عدالت کا خطر دار کا ڈر
ہیں جہاں اتنے وہاں خوفِ خدا اور سہی
حکم حاکم نہ سہی مرگ مفاجات سے کم
مالکُ الملک پہ ایماں کی سزا اور سہی

مسلمان کی تقدیر کا فیصلہ اقبال نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

ترا تن روح سے نا آشنا ہے
عجب کیا آہ تیری نارسا ہے
تنِ بے روح سے بیزار ہے حق
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

(ختم شُد)

قطعہ

فیض لودھیانوی مرحوم

دو شریف اِنسان چاہے ان کا مذہب کچھ بھی ہو
مِل کے رہ سکتے ہیں آپس میں نہایت پیار سے
دو رذیل اِنسان چاہے ان کا مذہب ایک ہو
بچ کے رہ سکتے نہیں دن رات کی تکرار سے